عرب میں اسلام کی کرنیں

مفتی محمد طیب معاویہ

دس سال کا طویل عرصہ بیت چکا ہے، عرب کے ریتلے صحرا سے اٹھنے والی ہواؤں کے بگولوں میں تپش بڑھتی ہی جا رہی ہے، تاریخ انسانی کی سیاہ ترین رات میں، کھلی فضاؤں کے اندر، سلگتے ایک چراغ کو بجھانے کے لیے آندھیوں کے جھکڑ ہر چہار طرف سے لپک رہے ہیں...... ایک ٹمٹماتا ہوا "دیا" جو گھپ اندھیرے میں، ظلمتوں کے باسیوں کو سر اٹھا اٹھا کے دعوت دے رہا ہے کہ آؤ! میں تمھیں روشنی میں نہلانا چاہتا ہوں، میرے قریب آؤ! میں تمھارا سراپا ایسا منور کرنا چاہتا ہوں کہ تمھارے نور کو دیکھتے دیکھتے بہت سی آنکھیں اپنا نور کھو بیٹھیں گی...... لے آؤ میرے پاس اپنے بجھے ہوئے خالی چراغ! میں انہیں مانجھوں گا، قلعی کروں گا، شفاف شیشہ کی چمنی لگاؤں گا، اور پھر ان میں ایسا بھڑکیلا تیل انڈیلوں گا کہ جس کی صرف چمک سے ہی کئی روشنیاں خیرہ ہو جائیں گی...... ہاں! پھر میں ان چراغوں کو اپنے وحی والے دیے سے ایسا روشن کروں گا کہ اس کی روشنی بڑھتی ہی چلی جائے گی...... مگر ظلم وظلمتوں کے پروردہ اس دیے کو نہ صرف بجھانا بلکہ مٹانا چاہتے ہیں...... کبھی اس پر بولہبی پتھر گرتے ہیں تو کبھی بوجہلی تھپیڑے برستے ہیں...... پھولوں سے بھی بڑھ کر خوشبو بکھیرنے والا یہ چراغ کبھی کانٹوں کی زد میں آتا ہے تو کبھی اونٹ کا اوجھڑ ڈال کر اس کی خوشبو باندھنے کی کوشش کی جاتی ہے...... جی ہاں! چالیس برس تک...... عرب کے ہر دانشور کی آنکھ میں امید کی کرن بن کر چمکنے والا "محمد"...... صدیوں سے جاری قبائلی جنگوں کو "حلف الفضول" کے ذریعہ ختم کرنے والا صلح جو "محمد"...... حجر اسود کی تنصیب کا فیصلہ کرنے والا فہم وفراست کا مالک، عدل کا علمبردار "محمد"...... "رسول اللہ" بنتے ہی انہی آنکھوں میں کھٹکنے لگتا ہے جن کے لئے یہ کبھی امید کی کرن تھا...... پھر صلح کرانے والا خود دشمنوں کی زد میں آ جاتا ہے...... عدل وانصاف کرنے والا عدالت کا خواستگار نظر آتا ہے ...... اپنے بیگانگی کی حدیں بھی پار کر جاتے ہیں...... محبتوں کا دم بھرنے والے نفرتیں برسانا شروع کر دیتے ہیں...... ناز ونعم میں بچپن وجوانی گزارنے والا قریش کا یہ لاڈلہ بڑھاپے کی جانب قدم بڑھاتے ہی عداوتوں کا شکار ہو جاتا ہے...... ہر دن

ایک نئی مصیبت جھیلتا ہے، اس نے مکہ میں رہ کر بھی کعبۃ اللہ سے جدائی کا کام برداشت کیا، عرب کے معزز ترین خاندان کا فرد ہونے کے باوجود بھی اس نے کئی کئی راتیں چھپ کر گزاریں......عزت وعظمت کے القاب سننے والے اس شخص نے ایک ایک زبان سے بیسیوں گالیاں سنیں...... پھر وہ وقت بھی آیا کہ اسے اور اس کے خاندان کو مکہ کی بستی سے نکال کر پہاڑوں کے درمیان قید کر دیا گیا......تین سال بعد اس قید بامشقت سے رہائی ملی تو ظاہری سہارا دینے والا چچا اور حوصلہ بڑھانے والی رفیقہ حیات آخرت کو سدھار گئے۔

عزم وہمت کو بھی حوصلہ دینے والا یہ انسان مکہ سے طائف کی طرف روانہ ہوا، مگر یہ بھی تو ایک جنگل تھا، جس میں ابھی تک درندوں کا ہی راج تھا، حد تو یہ کہ اُنہوں نے تو درندگی کو بھی مات دے دی اور انہوں نے ملکوتیت میں بھی سراسیمگی پھیلادی......رستے زخموں اور ٹوٹتے جسم کے ساتھ ہاتھ بلند ہوئے تو زبان پر صرف یہ تھا:

''اے اللہ! میں اپنی قوت کی کمزوری، تدبیر کی کمی اور لوگوں کی نگاہ میں بے توقیری کی شکایت صرف تیرے سامنے رکھتا ہوں، اے سب سے زیادہ رحم کرنے والے! تو ہی کمزوروں کا والی ہے، تو ہی میرا رب ہے، تو مجھے کس کے سپرد کر رہا ہے؟ کیا کسی ایسے شخص کے حوالے کر رہا ہے جو میرے ساتھ بے مروتی برتے یا کہ دشمن کو مجھ پر غلبہ دے رہا ہے؟ تاہم اگر تو مجھ پر ناراض نہیں تو مجھے اس کی کوئی پروا نہیں، لیکن تیری طرف سے عافیت ہی میرے لئے سہولت کا ذریعہ ہے، میں تیری ذات کی نورانیت، جس نے تمام اندھیروں کو روشن کیا اور دنیاو آخرت کے نظام کو درست کیا، کے ذریعہ پناہ مانگتا ہوں اس سے کہ تو مجھ پر ناراض ہو، میں تو تجھے ہی خوش کرنا چاہتا ہوں، برائی سے بچنے اور نیکی کے کام کرنے کی توفیق تو تیری ہی جانب سے ہے''۔

مکہ اس زمانہ میں ایک تجارتی شہر تھا، حج کے عالمگیر اجتماع کی وجہ سے اسے مرکزیت حاصل تھی، حج سے پہلے اور بعد میں مکہ کے اردگرد کئی میلے اور منڈیاں لگتی تھیں، ''عکاظ''، ''مجنہ'' اور ''ذوالمجاز'' نامی ان میلوں میں صرف خرید وفروخت ہی نہیں بلکہ اپنے اپنے فن کا مظاہرہ بھی ہوتا تھا، مقابلے بھی ہوتے تھے اور مباحثے بھی چلتے، یہی وجہ تھی کہ عرب کے تقریباً تمام خاندان نہ صرف ان میں شرکت کرتے بلکہ قوموں کے وڈیرے یہاں آ کے کئی کئی روز تک خیمہ زن رہتے، اسی طرح حج کے دنوں میں بھی منیٰ کے اندر مختلف علاقوں اور خاندانوں کے خیمے الگ الگ ہوتے، پورے پورے خاندان اپنے سردار کی قیادت میں یہاں پر بھی پڑاؤ ڈالے ہوتے تھے۔

ابوبکر صدیقؓ ابتداء ہی میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لاچکے تھے، ان کے دل میں اسلام ونومسلموں کی فکر بھی تھی اور تبلیغ کا جذبہ بھی، چنانچہ صدیقؓ نے نبی کی رفاقت میں اس دعوتی تحریک میں حصہ لے کر کسی بھی امتی کی طرف سے تبلیغ اسلام کی ایک نئی طرح ڈالی، اسی پاداش میں صدیق کو بھی نبی کی طرح مصائب کا سامنا کرنا پڑا، انہیں بھی پتھروں کا نشانہ بنایا گیا، ان کا جسم بھی لہولہو ہوا، انہیں بھی مکہ جیسا شہر چھوڑنے پر مجبور کیا گیا مگر

پروانے کو شمع بلبل کو پھول بس   صدیق کے لئے خدا کا رسول بس

طائف سے واپسی پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے جانثار صدیق کی معیت میں باہر سے آنے والے خاندانی سرداروں میں دعوت کا سلسلہ شروع کیا، میلوں میں جا جا کر قرآن سناتے، فصاحت و بلاغت کے مقابلوں میں حصہ لیتے اور عربوں پر قرآن کی دھاک بٹھاتے، یہاں تک کہ ایک شخص کو مسلمان کرنے کے لئے آپ علیہ الصلاۃ والسلام کو کشتی کا مقابلہ بھی کرنا پڑا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم صدیق اکبرؓ کو ساتھ لے کر مختلف قبائلی سرداروں کے پاس جاتے، صدیقؓ خاندانوں اور نسب ناموں کے بہت بڑے عالم تھے، اس لئے عموماً ابو بکرؓ ہی گفتگو کا آغاز کرتے، تعریف و تعارف ہوتا، حال و احوال دریافت ہوتے، پھر ابو بکر کی طرف سے سوال کئے جاتے: ''تمھارے لشکر میں کتنے افراد ہیں؟ تمھارے پاس دفاع کا کیا نظام ہے؟ تمھاری جنگیں کس طرح ہوتی ہیں''۔ (سیرۃ النبویۃ: دکتور علی محمد الصلابی: ۳۲۵/۱)

جب خاندانی وجاہت کا اندازہ ہو جاتا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آگے بڑھ کر درفشانی کرتے:

يـا أيهـا الناس! قولوا لا الهٰ إلا الله تفلحوا، و تملكو بها العرب ،و تذل لكم العجم، وإذا آمنتم كنتم ملوكاً في الجنة۔(فقه السيرة النبوية: درضان البوطي: ۱۱۵)

"مـن رجل يحملني إلىٰ قومه، ليمنعني، حتىٰ أبلغ رسالة ربي، فإن قريشاً قد منعوني أن أبلغ رسالة ربي؟(السيرة النبوية، محمد الصلابي: ۳۲۵/۱)

''اے لوگو! لا الہ الا اللہ کہو کامیاب ہو جاؤ گے، اس کلمہ کے ذریعہ عرب کے مالک بنو گے اور عجم تمھارے سامنے سرنگوں ہوگا، جب تم ایمان لے آؤ گے تو جنت میں بھی بادشاہی ملے گی۔''

''کون ہے جو مجھے اپنے قبیلے میں لے جائے، میری حفاظت کرے کہ میں اپنے رب کا پیغام پہنچا سکوں، قریش نے مجھے اپنے رب کی پیغام رسانی سے روک رکھا ہے۔''

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے یہ مذاکرات چل ہی رہے ہوتے کہ آپ کا چچا ابولہب آن دھمکتا، گلا پھاڑ پھاڑ کے کہتا: ''یہ جھوٹا ہے، اس کی نہ سننا، یہ بے دین ہے، اس کی بات نہ ماننا''۔

ان حالات میں لوگوں کی طرف سے طرح طرح کے جوابات دیے جاتے، اسی طرح کی گفتگو بنو عامر، غسان، بنو فزارہ، بنو مرہ، بنو حنیفہ، بنو نصر، ثعلبہ، کندہ، کلب، بنو الحارث، بنو عذرہ اور بنو قیس نامی قبائل کے ساتھ چلتی رہی، مسیلمہ کذاب کے ''بنو حنیفہ'' نے سخت برے اخلاق کا مظاہرہ کیا، صعصعہ کے خاندان میں گئے تو ان میں سے ''بحیرۃ'' نامی شخص نے کچھ زیادہ ہی تیزی دکھائی، اپنوں میں سرگوشی کرنے لگا کہ ''اگر میں قریش کے اس جوان کو پکڑ لوں تو اللہ کی قسم پورے عرب کو کھا سکتا ہوں'' پھر رسول اللہ کے سامنے اپنی شرائط پیش کرنے لگا: ''اگر ہم آپ کے ہاتھ پر بیعت کر لیں، آپ کو غلبہ بھی مل جائے تو آپ کے بعد خلافت ہمیں مل سکتی ہے؟'' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''خلافت کا

معاملہ تو اللہ کے ہاتھ میں ہے، وہ جہاں چاہے گا تاج خلافت رکھے گا" اس پر جواب آیا: "آپ کی وجہ سے ہم اپنے سینوں کو عرب کے تیروں کا ہدف بنائیں، جب غلبہ مل جائے تو خلافت کوئی اور لے جائے، ہمیں یہ معاملہ منظور نہیں"۔

ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابو بکر اور حضرت علیؓ کی ہمراہی میں بنو ذھل بن شیبان کے قبیلہ میں تشریف لے گئے، حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ ہم تینوں ایک ایسی مجلس میں پہنچے جہاں سکون و وقار تھا، قبائلی سردار اپنی شان وشوکت کے ساتھ براجمان تھے، ابو بکرؓ نے آگے بڑھ کر سلام کیا (حضرت علیؓ یہاں فرماتے ہیں کہ "ابو بکرؓ ہر بھلائی میں آگے آگے رہتے تھے") اور کہا، "کون سی قوم میں سے ہو؟" جواب آیا: "بنوشیبان سے"، حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میری طرف متوجہ ہو کر فرمانے لگے کہ یہ لوگ قوم کے سب سے زیادہ معزز معلوم ہوتے ہیں، وہاں مفروق، ھانی، مثنیٰ اور نعمان بن شریک نامی سردار موجود تھے، مفروق ان سب میں زیادہ سمجھ دار تھا، اس کے بالوں کی مینڈھیاں اس کے سینے تک پہنچی ہوئی تھیں، یہ ابو بکرؓ کے قریب تھا، انہی کے درمیان ہی پہلا مکالمہ ہوا:

ابو بکر: تمھارے جوانوں کی تعداد کتنی ہے؟

مفروق: ایک ہزار سے زائد اور ہزار افراد کے لشکر کو قلت کی وجہ سے شکست نہیں ہوتی۔

ابو بکر: تمھارا دفاعی نظام کیسا ہے؟

مفروق: ہم اس کے لئے خوب محنت کرتے ہیں۔

ابو بکر: دشمنوں سے تمھاری جنگیں کس طرح رہتی ہیں؟

مفروق: جب ہم غصہ میں بپھر جاتے ہیں تو ہمارا مقابلہ نہایت ہی سخت ہوتا ہے، ہم اولاد سے زیادہ جنگی گھوڑوں کی خاطر کرتے ہیں، ہم دودھ والی اونٹنیوں کی بجائے اسلحہ جمع رکھتے ہیں، مگر مدد تو اللہ کی طرف سے ہوتی ہے، کبھی ہم ڈول کھینچ لیتے ہیں تو کبھی ہمارا دشمن کامیاب ہو جاتا ہے۔

مفروق: شاید کہ تو قریشی بھائی ہے؟

ابو بکر: اگر تجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارہ میں خبر پہنچ چکی ہے تو وہ یہ ہیں (رسول اللہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے)

مفروق: ہمیں خبر پہنچی ہے کہ ان کے تذکرے ہو رہے ہیں (رسول اللہ کی طرف متوجہ ہو کر) اے قریشی بھائی! تم کس چیز کی دعوت دیتے ہو؟

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: (ابو بکر کھڑے ہو گئے اور اپنی چادر سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر سایہ کیا) میری دعوت یہ ہے کہ "تم یہ گواہی دو کہ اس اللہ کے علاوہ کوئی معبود نہیں جو اکیلا ہے، جس کا کوئی ساجھی نہیں، اور یہ گواہی دو کہ میں اللہ کا رسول ہوں، اور مجھے اپنے ہاں ٹھکانہ دو، میری مدد کرو، تاکہ اللہ کے احکام کو پورا کر سکوں، قریش نے تو اللہ کا حکم ماننے سے انکار کر دیا ہے، وہ اللہ کے رسول کو جھٹلاتے ہیں اور حق کو چھوڑ کر باطل پر خوش ہیں، اللہ تو تعریفوں والا بے پرواہ ہے۔"

مفروق: قریشی بھائی! تمھاری دعوت اور کیا ہے؟

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: ﴿قُلْ تَعَالَوْاْ أَتْلُ مَا حَرَّمَ رَبُّكُمْ عَلَيْكُمْ أَلاَّ تُشْرِكُواْ بِهِ شَيْئاً وَبِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَاناً وَلاَ تَقْتُلُواْ أَوْلاَدَكُم مِّنْ إمْلاَقٍ نَّحْنُ نَرْزُقُكُمْ وَإِيَّاهُمْ وَلاَ تَقْرَبُواْ الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ وَلاَ تَقْتُلُواْ النَّفْسَ الَّتِي حَرَّمَ اللّهُ إِلاَّ بِالْحَقِّ ذَلِكُمْ وَصَّاكُمْ بِهِ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُونَ﴾ (الانعام: ۱۵۱)

"(ان سے) کہو کہ آؤ، میں تمھیں پڑھ کر سناؤں کہ تمھارے پروردگار نے (درحقیقت) تم پر کون سی باتیں حرام کی ہیں، وہ یہ ہیں کہ اُس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ، اور ماں باپ کے ساتھ اچھا سلوک کرو اور غربت کی وجہ سے اپنے بچوں کو قتل نہ کرو۔ ہم تمھیں بھی رزق دیں گے، اور ان کو بھی اور بے حیائی کے کاموں کے پاس بھی نہ پھٹکو، چاہے وہ بے حیائی کھلی ہوئی ہو یا چھپی ہوئی اور جس جان کو اللہ نے حرمت عطا کی ہے اُسے کسی برحق وجہ کے بغیر قتل نہ کرو۔ لوگو! یہ ہیں وہ باتیں جن کی اللہ نے تاکید کی ہے تاکہ تمھیں کچھ سمجھ آئے۔"

مفروق: کچھ اور بھی سناؤ، اللہ کی قسم یہ تو زمین والوں کا کلام نہیں، اگر روئے زمین میں سے کسی کا کلام ہوتا تو ہم ضرور پہچان جاتے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: ﴿إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْإِحْسَانِ وَإِيتَاءِ ذِي الْقُرْبَى وَيَنْهَى عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنكَرِ وَالْبَغْيِ يَعِظُكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُونَ﴾ (النحل: ۹۰)

"بے شک اللہ انصاف کا، احسان کا، اور رشتہ داروں کو (اُن کے حقوق) دینے کا حکم دیتا ہے اور بے حیائی، بدی اور ظلم سے روکتا ہے۔ وہ تمھیں نصیحت کرتا ہے، تاکہ تم نصیحت قبول کرو۔"

مفروق: قریشی بھائی! اللہ کی قسم آپ تو عمدہ اخلاق اور نیک اعمال کی دعوت دیتے ہیں، جن لوگوں نے آپ کو جھٹلایا ہے وہ گمراہ ہی کیے گئے ہیں، اب اس نے ھانی کو گفتگو میں شریک کرتے ہوئے کہا: یہ ہانی بن قبیصہ ہیں جو ہمارے بڑے ہیں۔

ھانی: قریشی بھائی! میں نے تمھاری گفتگو سنی اور تیرے کلام کو سچا پایا، میں سمجھتا ہوں کہ ہمارا اپنے دین کو چھوڑ کر تیرے دین پر آنا صرف پہلی مجلس میں نہیں ہونا چاہیے، ہم نے ابھی تک تیرے معاملہ میں غور نہیں کیا، جلدی میں آدمی پھسل جاتا ہے، اور ہماری قوم بھی ہے، ہم نہیں چاہتے کہ ان پر کوئی معاہدہ مسلط کریں، ابھی آپ لوٹ جائیں، ہم بھی اپنی قوم کے پاس جاتے ہیں، آپ انتظار کریں ہم بھی غور وفکر جاری رکھتے ہیں، مثنیٰ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا: یہ ہمارے بڑے اور جنگی کمانڈر ہیں۔

مثنیٰ: قریشی بھائی! میں نے بھی تیری گفتگو سنی، میں اس کی تحسین کرتا ہوں، جو کچھ تو نے کہا مجھے بہت ہی اچھا لگا، مگر جواب وہی ہے جو ہانی نے دیا ہے، ہم ایران کے بادشاہ کسریٰ کے زیر اثر ہیں، اس کے ساتھ ہم معاہدہ کر چکے ہیں، جس میں ہم ابھی کوئی تبدیلی نہیں کرنا چاہتے، آپ جس کام کی طرف بلا رہے ہیں شاید کہ وہ ان بادشاہوں پر گراں گذرے،

عرب سے سمران بو عدر بوں لر لیتے ہیں اور خطا کار کو بھی معاف کر دیتے ہیں، مگر فارسی بادشاہوں کے ہاں نہ تو عذر قابل قبول ہوتا ہے اور نہ ہی خطائیں معاف ہوتی ہیں، اگر آپ کو عربوں کے مقابلہ میں ہماری حمایت کی ضرورت ہے تو یہ ہم کر سکتے ہیں مگر ایران کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: جب تم نے سچ واضح کر دیا ہے تو یہ کوئی برا جواب نہیں، یقیناً دین کی خدمت وہی کر سکتا ہے جو ہر پہلو کو مدنظر رکھے۔ حضرت علی فرماتے ہیں کہ اس مجلس میں نعمان بن شریک کے ساتھ کچھ مزید گفتگو ہوئی اور پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ابو بکر کا ہاتھ پکڑ کر کھڑے ہوئے اور اس مجلس سے رخصت ہو گئے۔

مدینہ منورہ ابھی یثرب تھا، کھجوروں کی یہ سرزمین ازل سے ہی نبی آخر الزماں کے لئے تیار کی گئی تھی، یمن کے ایک بادشاہ نے یہاں پر اللہ کے آخری نبی کے لئے گھر بھی تیار کر رکھا تھا، اس بستی کے اردگرد یہودیوں کے کئی خاندان صرف اس وجہ سے آباد ہو گئے تھے کہ اپنے نجات دہندہ، اللہ کے آخری نبی کا استقبال کریں گے، یہاں یہودیوں کے علاوہ بت پرست مشرکوں کے بھی دو بڑے خاندان آباد تھے، خزرج اور اوس نامی ان دونوں قبائل کے درمیان بھی صدیوں پہلے شروع ہونے والی مخاصمت اب تک جاری تھی، چھوٹی چھوٹی باتوں پر جنگ کی نوبت آتی تو یہ دونوں قبائل اپنا اپنا مددگار و حلیف تلاش کرتے، یہ سلسلہ یوں ہی جاری تھا، ایک خونریز جنگ ابھی ابھی ٹھنڈی ہوئی تھی کہ یک بیک اس شہر پر ٹھنڈی روشنی والی کرنیں پڑنا شروع ہوئیں اور پھر وبائی بیماریوں کی یہ آماجگاہ دھلنا شروع ہوئی، اول اول یہاں سے شرک رخصت ہوا، پھر بیماریاں اور وبائیں بھاگیں بالآخر زمین کے اس خطہ میں جنت اتری اور یثرب، مدینہ بن گیا۔

نبوت کا گیارھواں سال شروع ہو چکا تھا، عرب قبائل کے سرداروں اور اشرافیہ نے جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت کا کوئی خاص اثر قبول نہ کیا تو دعوت کا رخ ایک مرتبہ پھر افراد کی جانب پھر گیا، اب دعوتی سرگرمیوں کا محور وہ افراد ہوتے جو حج، عمرہ یا کسی اور مقصد کے لئے مکہ مکرمہ آیا کرتے تھے، انہی دنوں یثرب کا ایک ''کامل'' مکہ آیا، اونچے خاندان، ذی وجاہت شکل وصورت اور شاعرانہ مہارت رکھنے والے اس شخص کو ''کامل'' کہا جاتا تھا، اس کا نام ''سوید بن الصامت'' تھا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے دعوت دی تو وہ کہنے لگا:

تمھارے پاس بھی شاید ویسی ہی کتاب ہے جو میرے پاس ہے۔

رسول اللہؐ: تمھارے پاس کیا ہے؟

سوید: لقمان کی حکمتیں۔

رسول اللہؐ: ذرا مجھے سناؤ۔

سوید: کچھ پڑھ کے سنایا۔

رسول اللہؐ: یہ عمدہ کلام ہے، مگر جو میرے پاس ہے وہ اس سے بھی افضل ہے اسے تو اللہ نے مجھ پر اتارا ہے، وہ

ہدایت اور روشنی ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے تلاوت سنائی اور اسلام کی دعوت دہرائی، سوید یہیں مسلمان ہوا اور اسلام کی دولت لے کر یثرب لوٹا، مدینہ کا یہ پہلا باشندہ تھا جو اسلامی نور سے اپنے من کو منور کر کے آیا تھا، مگر اس کی زندگی نے وفا نہ کی اور چند ہی دنوں میں اوس وخزرج کے درمیان ہونے والی ایک لڑائی میں قتل ہوا۔ غالباً یہی لڑائی تھی کہ یثرب سے اوس نے اپنا ایک وفد مکہ بھیجا کہ قریش سے معاونت حاصل کی جائے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر ہوئی تو آپ ان سے ملاقات کے لئے تشریف لائے، ان کے ساتھ مجلس ہوئی، رسول اللہؐ نے انہیں کہا، ''تم جو حاصل کرنا چاہتے ہو میرے پاس اس سے بہتر چیز ہے'' وہ حیرانگی سے پوچھنے لگے وہ کیا ہے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''میں اللہ کا رسول ہوں، مجھے اس نے بندوں کی طرف بھیجا ہے کہ انہیں اللہ کی عبادت کی طرف دعوت دوں کہ وہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائیں، اور اللہ نے مجھ پر کتاب بھی اتاری ہے۔''

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں قرآن پڑھ کر سنایا تو وفد میں موجود ایک جوان ''ایاس بن معاذ'' کہنے لگا: ''اے میری قوم! اللہ کی قسم یہ اس سے بہتر ہے جو تم حاصل کرنا چاہتے ہو'' وفد میں شریک ایک شخص ابوالحیسر انس بن رافع نے مٹی اٹھا کر ایاس بن معاذ کے منہ پر دے ماری اور کہنے لگا ''خاموش ہو جاؤ، ہم اس لئے نہیں آئے'' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ حالات دیکھ کر وہاں سے روانہ ہو گئے، یثربی وفد کا بھی قریشیوں سے معاہدہ طے نہ ہو پایا، یہ لوگ اپنے علاقہ میں واپس لوٹے، کچھ ہی دنوں میں ایاس کا بھی وقت اجل آگیا، مرتے ہوئے اس کی زبان پر یہ مبارک کلمات جاری ہوئے: لا إله إلا الله ، الله اكبر ، سبحان الله ، الحمد لله۔

سوید اور ایاس کے اسلام کی وجہ سے اگرچہ یثرب میں تبلیغ تو شروع نہ ہو سکی، مگر نبی آخر الزماں کے بارے میں لوگوں کے اندر کچھ تجسس ضرور پیدا ہوا، چنانچہ مدینہ سے کچھ فاصلہ پر ابوذر غفاری کے کانوں میں بھی یہ خبر پہنچی، صحیح بخاری میں اُن کے اسلام لانے کا تفصیلی واقعہ موجود ہے، وہ کہتے ہیں، ''ہم تک یہ خبر پہنچی کہ مکہ کا ایک آدمی نبوت کا دعویٰ کرتا ہے، تو میں نے اپنے بھائی کو مکہ بھیجا کہ جا کر حالات معلوم کرو اور اس شخص سے ملاقات کر کے میرے پاس کوئی صحیح خبر لے کر آؤ، میرا بھائی مکہ سے واپس آیا تو میں نے اس سے سوال کیا کہ تمھارے پاس کیا خبر ہے؟ وہ کہنے لگا ''اللہ کی قسم میں نے تو اسے ایسا پایا ہے کہ وہ خیر کا حکم دیتا ہے اور برائی سے روکتا ہے'' میں نے کہا کہ تمھاری اس خبر سے میری تشفی نہیں ہوئی، پھر میں نے اپنا پانی والا مشکیزہ اور عصا اٹھایا اور خود رخت سفر باندھ لیا، میں مکہ پہنچ تو گیا مگر رسول اللہ کو پہچانتا نہیں تھا، کسی سے پوچھنا بھی مناسب محسوس نہیں ہوا، چنانچہ مسجد حرام میں وقت گزارنے لگا، زمزم پی کر ہی گزارہ کر لیتا، ایک مرتبہ میرے قریب سے حضرت علیؓ کا گزر ہوا تو مجھے دیکھ کر کہنے لگے: مسافر محسوس ہوتے ہو؟ میں نے کہا جی ہاں! تو وہ مجھے اپنے گھر لے گئے، مہمان نوازی کی، تاہم نہ انہوں نے مجھ سے آنے کا مقصد پوچھا اور نہ ہی میں نے بتایا، اگلے دن پھر آکر میں نے مسجد حرام میں پڑاؤ ڈال دیا، یہ دن بھی اسی طرح

گزرا کہ مجھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں کوئی خبر نہ ہو سکی، ایک بار پھر علیؓ کا گزر ہوا تو مجھے دیکھ کر کہنے لگے: ابھی تک منزل مقصود تک نہیں پہنچ پائے؟ میں نے کہا: نہیں پہنچ سکا، تو وہ مجھے پھر اپنے گھر کے لئے لے کر روانہ ہوئے، راستہ میں پوچھا کہ کیا ماجرا ہے؟ اس شہر میں کیسے آنا ہوا ہے؟ میں نے عرض کیا: اگر تم میرے معاملہ کو خفیہ رکھو تو بتائے دیتا ہوں، علیؓ فرمانے لگے: ضرور ایسا ہی کروں گا، تو میں نے عرض کیا: ہمیں یہ خبر پہنچی تھی کہ یہاں کوئی آدمی اٹھا ہے، جس کا دعویٰ ہے کہ وہ اللہ کا نبی ہے، میں نے اپنے بھائی کو بھی تفتیش کے لئے بھیجا تھا مگر میری تشفی نہیں ہوئی، اب میں خود ان سے ملنا چاہتا ہوں، علیؓ فرمانے لگے: تم درست جگہ پہنچے ہو، میں بھی اسی طرف جا رہا ہوں، میں جس گھر میں جاؤں گا تم بھی اسی گھر میں آ جانا، اگر تمھارے بارے میں کوئی خطرہ محسوس ہوا تو میں دیوار کی اوٹ میں جا کر جوتا درست کرنے لگوں گا اور تم سیدھے چلتے رہنا۔ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچے تو میں نے عرض کیا: مجھے اسلام کے بارے میں بتلائیے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تشریح کی تو میں اسی جگہ بیٹھے بیٹھے مسلمان ہو گیا، رسول اللہؐ نے مجھ سے فرمایا: اپنے اسلام کو ابھی ظاہر نہ کرو، اپنے علاقہ میں لوٹ جاؤ، جب میرے غلبہ کی خبر تم تک پہنچے تو میرے ہاں آ جانا، میں نے عرض کیا: اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق دے کر بھیجا ہے، میں تو اس کا اعلان کھلے بندوں کروں گا۔ میں مسجد حرام میں آیا تو قریش وہاں موجود تھے، میں نے کہا: "اے قریشیو! میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے علاوہ کوئی معبود نہیں، اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد اللہ کے بندے اور رسول ہیں" میرا یہ کہنا تھا کہ ان میں شور برپا ہوا: اس بے دین کی طرف لپکو! انہوں نے مجھے مار مار کر گرا دیا، اتنے میں حضرت عباسؓ نے مجھے دیکھا تو وہ میرے اوپر آ کر جھک گئے، قریش سے کہنے لگے: تمھیں کیا ہو گیا ہے؟ تم قبیلہ غفار کے ایک فرد کو قتل کر رہے ہو؟ تمھارا تجارتی راستہ انہی کی بستی سے ہو کر گزرتا ہے...... اس پر وہ مجھے چھوڑ کر چلے گئے، اگلے دن صبح میں نے پھر اسی طرح اعلان کیا تو میرے ساتھ پھر وہی سلوک ہوا جو کل ہوا تھا۔ اب بھی حضرت عباس (جو ابھی تک مسلمان نہیں ہوئے تھے) نے آ کر مجھے چھڑایا۔

یہ نبوت کے گیارھویں سال کا آخر ہے، ذی الحجہ کا مہینہ ہے...... 620 عیسوی کے جولائی کے گرم دن ہیں۔ مکہ کے باہر کے لوگوں میں سے صرف چند ہی ہیں جنھوں نے اسلام قبول کیا ہے، مگر کسی علاقہ میں اسلام کی مکمل تبلیغ ابھی تک شروع نہیں ہو پائی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ میں آنے والے افراد سے خفیہ ملاقاتیں جاری رکھے ہوئے ہیں، حج کے دوران راتوں کے اندھیروں اور تنہائیوں میں دعوت کا سلسلہ بھی جاری ہے، حج ہو چکا ہے، لوگ منیٰ میں قیام پذیر ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا رات کے وقت منیٰ کی ایک گھاٹی سے گزر ہوتا ہے، کچھ لوگوں کی آوازیں سنائی دیتی ہیں، اللہ کا آخری پیغمبر ایک آس لئے ان کی جانب قدم اٹھاتا ہے، دیکھا تو یثرب کے چھ جوان موجود ہیں، جن کا تعلق خزرج نامی قبیلہ سے ہے، کھڑے کھڑے تعارف ہوا:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: تم کون ہو؟

یثربی جوان: خزرج سے تعلق رکھتے ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: یہودیوں کے پڑوسی؟

یثربی جوان: جی ہاں!

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: کچھ دیر بیٹھیں گے کہ میں تم سے کچھ بات کرنا چاہتا ہوں؟

یثربی جوان: کیوں نہیں۔

یثربی جوان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بیٹھ گئے، آپ علیہ السلام نے انہیں قرآن پاک سنایا، اللہ کا تعارف کرایا اور اسلام کی دعوت دی، ان کی خوش قسمتی تھی کہ یہ یہودیوں کی دھمکیاں سن چکے تھے، جب بھی یہود کی ان کے ساتھ لڑائی ہوتی تو وہ انہیں ڈرایا کرتے تھے کہ اللہ کے آخری نبی آنے والے ہیں، ہم ان کے ساتھ مل کر تمہارا ایسا قتل عام کریں گے کہ قوم عاد کی طرح تمہارا نشان تک مٹ جائے گا، یہود کی یہی بڑھکیں ان کی سعادت کا ذریعہ بنیں، چنانچہ ان جوانوں نے آپس میں سرگوشی کی، کہنے لگے: ''تم پہچان چکے ہو کہ یہ وہی رسول ہیں جن سے یہود تمہیں ڈراتے تھے، دھیان رکھو! کہیں یہود اس نیکی میں تم سے آگے نہ بڑھ جائیں''۔

سرگوشی کے بعد ان سب جوانوں نے رسول اللہ کی دعوت کو باقاعدہ طور پر قبول کرلیا اور حلقہ اسلام میں داخل ہوئے، مستقبل کے بارے میں لائحہ عمل تیار ہونے لگا، یثرب میں اوس اور خزرج کے درمیان خونریز جنگ کچھ ہی دن پہلے ختم ہوئی تھی، کشیدگی ابھی باقی تھی، اسی تناظر میں ان یثربی جوانوں نے کہا کہ ہماری ایک قوم سے دشمنی چلی آرہی ہے، ہم حالت جنگ میں ہیں، ہم واپس جا کر ان سب کو آپ کے دین کی طرف بلائیں گے، ان کے سامنے قرآن پیش کریں گے، امید ہے کہ آپ کے ذریعے اللہ آپس کے ان دشمنوں کو اکٹھا کر دیں گے، اگر ایسا ہوگیا تو پھر پورے عرب میں آپ سے بڑا معزز کوئی نہیں ہوگا، آئندہ سال کی ملاقات کے وعدہ پر یہ لوگ یثرب کی طرف لوٹے۔

یہی واقعہ تھا جو اسلام کی عظمت کا عنوان بنا، ہجرت نبوی کا پیش خیمہ ثابت ہوا اور یہی جوان تھے جن کی برکت سے یثرب ''مدینہ'' بنا، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ سے مدینہ تشریف لائے، ان چھ قدسی صفت جوانوں کے نام یہ ہیں:

(۱)......اسعد بن زرارۃ (۲)......عوف بن الحارث (یہ معاذ اور معوذ نامی ان جوانوں کے بھائی ہیں جنہوں نے جنگ بدر میں ابوجہل پر حملہ کیا تھا، ایک روایت کے مطابق اسلام لانے کے اس واقعہ میں معاذ بھی شریک تھے)(۳)......رافع بن مالک (۴)......قطبہ بن عامر (۵)......عقبہ بن عامر (۶)......جابر بن عبداللہ

اے کاش!! آج کے نوجوان بھی ان چھ جوانوں کے نقش قدم پر چل پڑیں تو آج بھی دنیا کا نقشہ بدل سکتا ہے، کل اللہ کا پیغمبر موجود تھا، صرف چھ جوانوں نے ہمت کی تو چند ہی سالوں میں انسانیت ''جہالت'' سے نکل کر دورِ علم میں داخل ہوئی، آج بھی اسی پیغمبر کا دین، قرآن اور سنت موجود ہیں، اب بھی ایسا ہوسکتا ہے کہ نوجوان وہی جذبہ لئے اٹھ کھڑا ہو تو سسکتی انسانیت جو علم و ترقی کے نام پر جہالت ثانیہ کے دلدل میں دھنستی جارہی ہے ایک بار پھر حقیقی علم و ترقی کی شاہراہ پر گامزن ہوسکتی ہے۔......☆